OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

معاشرے کی تعمیر و بقا میں عورت کا کردار: سیرۃ امہات المومنین کی روشنی میں ایک مطالعہ

Role of woman in Social Development and sustainability: A Study of *Sīraḥ* of *Ūmmahāt al-Mū'minīn*

Hafsah Ayaz Qureshi

Lecturer Islamic Studies, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi

Amirah Sami

Lecturer Usul-ud-Din, International Islamic University, Islamabad

Abstract

Women play a very important role in human progress and hold an important place in society. The main responsibility of a woman is to protect mankind and the human race. Women at the same time play the role of partner, wife, mother, administrator, teacher, organizer, director, economist, disciplinarian, artist, and queen in the family. This study aims to reveal the efforts of *Ūmmahat-ul-Mū'minin* for the development of Society. Their life stories motivate and encourage Muslim women to play their significant role in social development. The development of any society is measured by the degree of cultural and social. A society that cares about women and makes them participate in all the things and duties in the society is undoubtedly very advanced. It is concluded that a society that gives women the respect and deals with them as an integrated human, has reached a stage of human awareness. Women have contributed to society's development and shaped nations' futures. Women have an important role in a variety of industries in the increasingly complex social landscape. They are no longer merely harbingers of peace, but are increasingly becoming a source of strength and a sign of progress.

Key words: Women, Society, *Ūmmahat-ul-Mū'minin*, Human development

CC BY

تمہید

معاشرے کی تشکیل وبقامیں عورت کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ معاشرہ اس میں بسنے والے افراد کے ذریعے تشکیل پاتا ہے ۔کسی بھی معاشرے میں بسنے والے افراد عمدہ اخلاق سے مزین، تہذیب وتمدن سے آراستہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں تو وہ معاشرہ سیاسی، علمی، سماجی، ادبی اور تمدنی اعتبار سے ترقی کے مدارج طے کرتا ہے۔ لیکن اگر اس معاشرے میں بسنے والے افراد اگر غیر تعلیم یافتہ، اخلاق واقدار سے عاری اور بد سلیقہ ہوں تو پھر ایسا معاشرہ ذلت وپستی کے بھیانک انجام سے دوچار ہوتا ہے۔ قدرت کا بہترین شاہکار اور تخلیق انسان ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے؛لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ [1]" ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا" اللہ نے انسان کو اس دنیا میں اپنا نائب بنا کر بھیجا اور اس کو تعظیم وتکریم کا تاج پہنایا۔ یہ بات حقیقت ہے کہ معاشرے کی اصلاح فرد کی اصلاح پر منحصر ہوتی ہے اور فرد کی اصلاح میں سب سے اہم کردار ماں کا ہوتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں شادی اور نکاح کا مقصد ایک صالح معاشرے کی تعمیر بتایا ہے۔ مرد وزن کو حکم ہے کہ شادی خاندان، مال اور حسن کی بجائے دین اور صالحیت کی بنیاد پر کی جائے کیونکہ میاں بیوی اگر صالح ہوں گے تو آنے والی نسل صالح ہو گی۔ اسی طرح ایک صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل ممکن ہو سکے گی۔ زمانہ قدیم سے یہ جملہ زبان زد عام رہا ہے کہ بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ کسی بھی تعلیمی ادارے میں بچے کو داخل کروانے سے پہلے تک ماں ہی ایسی ہستی ہوتی ہے جو بچے کی صحیح تعلیم وتربیت کر سکتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ "رحم مادر" سے ہی بچے کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جس وقت بچہ ماں کے پیٹ میں تشکیل پاتا ہے اس میں روح پڑ جاتی ہے۔ تبھی سے ماں جو بھی کام کرتی ہے بچے کی شخصیت پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ماں کے جذبات بھی بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا زمانہ حمل میں ہی اگر ماں اعمال صالح نماز، روزہ کی پابندی اور ذکر تلاوت کا اہتمام کرتی ہے تو ایسے ہی نیک اثرات بچے پر بھی پڑتے ہیں۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو بچے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خواتین کو زمانہ حمل سے ہی بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ ان کی تھوڑی سی توجہ سے مستقبل میں ایک نیک اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ

دنیا نے جس قدر ترقی کی منازل اسلام سے پہلے طے کیں وہ ایک مرد کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکیں۔ بابل، مصر، ایران، ہندوستان اور یونان مختلف تمدن سے مزین تھے لیکن ان میں عورت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسلام آیا تو اس نے مرد وزن کو برابر کے حقوق عطا کئے۔ اس لئے دنیا کے باغ تمدن میں بہار آئی تو ایک نیا رنگ وبو پیدا ہو گیا۔ دنیا نے عورت کو جس نگاہ سے دیکھا وہ مختلف ممالک میں مختلف رہی۔ روما نے عورت کو گھر کا اثاثہ سمجھا، مشرق میں اس کو مرد کے دامن تقدس کا داغ سمجھا، تورات نے اس کو ابدی لعنت قرار دیا اور کلیساء نے اس کو انسانیت کی راہ میں کانٹا قرار دے دیا ہے جبکہ اسلام کا نقطہ نظر سب سے منفرد رہا ہے۔ اسلام نے عورت کو چہرہ انسانیت کا غازہ سمجھا ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عمر کا قول نقل کیا۔ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ لاَ نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلاَمُ وَذَكَرَهُنَّ اللَّهُ، رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذَلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا۔۔۔[2]"مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل کیں، تو ہم کو ان کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی" عرب جاہل قوم تھے۔ اسلام سے پہلے عورتوں کو اس ڈر سے قتل کر دیتے تھے کہ وراثت میں انکو حصہ نہ دینا پڑے۔ رسولؐ نے عورتوں کو آبگینوں سے تشبیہ دی ہے؛يَا أَنْجَشَ،

رُوَيْدَكَ، سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ۔۔[3] انجش! دیکھنا یہ آبگینے ہیں۔ غور کریں تو حضرت عمر کے قول کی صحیح وضاحت معلوم ہوتی ہے۔ اسلام نے نہ صرف عورتوں کو چند حقوق عطا کئے بلکہ ان کو مردوں کے برابر درجہ دے کر مکمل انسان قرار دے دیا۔ صحیح بخاری میں ہے؛**والمراة راعية على بيت زوجها وهى مسئولة**۔۔[4] اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے اولاد کی نگہبان ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ بات درست ہے کہ عورت انسانیت کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔ عورت کسی روپ میں بھی ہو انسان کے لئے مدد گار ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ تاریخ میں زیادہ کارنامے مردوں نے سرانجام دیے، لیکن ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ قومی تاریخ کو اگر چھوڑ کر مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس کے اوراق صنف نازک کے عظیم الشان کارناموں سے بھرے پڑے ہیں ۔ مصر اس سلسلے میں آسیہ بنت مزاحم کو پیش کر دے گا۔ مردوں میں سے تو بہت سے درجہ کمال تک پہنچے لیکن عورتوں میں سے سوائے فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران کے کوئی اور عورت درجہ کمال تک نہیں پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے؛**فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ** [5] " عائشہ رضی اللہ عنہا کی باقی سب عورتوں پر فضیلت اسی طرح ہے جس طرح ثرید باقی سب کھانوں پر افضل ہے۔" ایک اور جگہ ارشاد ہے؛**خط رسول الله ﷺ في الأرض أربعة أخطط، ثم قال: تدرون ما هذا؟ قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: أفضل نساء أهل الجنة خديجة بنت خويلد ، وفاطمة بنت محمد ، ومريم ابنة عمران ، وآسية بنت مزاحم امرأة فرعون رضى الله عنهن**[6] "نبی کریم ﷺ نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں پھر فرمایا؛ تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنتی عورتوں میں سب سے فضیلت والی عورتیں خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بن عمران، اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ہیں۔" اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جنتی عورتوں کی فضیلت بیان کرنے کے لئے چار لکیریں کھینچیں۔ تاکہ یہ بات لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے۔

عورت اور تعلیمی سرگرمیاں

امہات المؤمنین کی مذہبی بزرگی اور عظمت مسلم ہے۔ کل بھی عورتیں معلم اور مربی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ آج بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ کل اگر گھر کی حد تک تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری تھا تو آج بچے کو اسکول بھیج دیا جاتا ہے۔ عورت کی ورک پلیس بدل گئی ہے۔ کل عورت گھر میں تھی، آج باہر آگئی ہے۔ اب ہم عورت کو دوبارہ اگر گھر میں رکھنا چاہیں تو ایسا ناممکن ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان حالات میں عورت کیا کام کرے گی جس کی وجہ سے انسانی تربیت کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔ نئی نسل کی تربیت کے بارے میں عورت کا کردار آج کے زمانے میں بھی ہے۔ یہ کردار پہلے گھر کی چار دیواری تک تھا، اب معاشرے میں انجام دیا جارہا ہے۔ تعلیم مرد و عورت پر یکساں فرض ہے۔ صحابیات کی زندگی کو اگر سامنے رکھا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تفسیر میں کمال حاصل تھا۔ اسلامی علوم یعنی قرآت تفسیر، حدیث، فقہ فرائض میں متعدد صحابیات کمال رکھتی تھی۔ حضرت عائشہ، حفصہ، اُم سلمی اور اُم ورقہ رضی اللہ عنہن نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔[7] علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المومنین پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ پر فوقیت عام حاصل تھی۔ امام زہری کی شہادت ہے؛**لو جمع علم الناس كلهم ثم علم ازواج النبي صلى**

الله علیه و سلم فکانت عائشه رضی الله عنہا وسعہم علما[8]" اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔" فقہ میں حضرت عائشہ کے فتاوی اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔[9] عورت مرد کی نسبت اچھی معلم ہوتی ہے۔ امہات المومنین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم الفراض کی ماہر تھیں۔ فرائض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مہارت تھی اور بڑے بڑے صحابہ ان سے فرائض کے متعلق مسائل دریافت کرتے تھے۔ صحیح ترمذی میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ **ما أشكل علينا اصحاب محمد حديث قط فسألنا عائشه الا وجدنا عندها منه علماً**[10]" ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی نہیں پیش آئی کہ جسکو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور انکے پاس اسکے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہو۔"

عورت اور معاشرتی سرگرمیاں

معاشرتی سرگرمیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک پیداواری سرگرمیاں جن میں صنعتی شعبہ جات ہیں جیسے زراعت وغیرہ، جن کی مدد سے ضروریات زندگی کی فراہمی ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ اور دوسرا تعلیمی شعبہ۔ تعلیمی شعبے میں رسمی اور غیر رسمی تعلیم دونوں ہی یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ شعبہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ نئی نسل کی تعلیم و تربیت صحیح نہج پر کی جائے تاکہ معاشرے کو تربیت یافتہ افراد میسر آسکیں۔ عورت کا فرخ نسل انسانی کی تربیت کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو اللہ تعالی نے فطری طور پر اس قابل بنایا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو صبر، ترقی، شفق، جذباتی تعلق اور نرمی جیسی صفات عطا کی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ صفات کو بہتر طور پر استعمال کرے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جدید علوم سے استفادہ کرے۔ نئی نسل کو اخلاقی بحران سے بچانے کے لئے اپنے آپ کو ماہر استاد ثابت کرے۔ نئے تعلیمی نظام میں عورت تب ہی ایڈجسٹ ہوسکتی ہیں جب ایک اچھی استاد بنے۔ اسلام نے عورت کے اندر آفاقی ذہن پیدا کیا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ وہ صرف اپنے بچوں کو تعلیم دے بلکہ ساری انسانیت کی معلم بنانے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر دنیا میں عورت کوئی اہم کام کرنا چاہتی ہے تو اس کو اپنی قابلیت بڑھانی ہوگی۔ آج عورتیں بڑے پیمانے پر تعلیمی کام کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ خیال عام اور کسی حد تک درست بھی ہے کہ خواتین مردوں کی نسبت کامیاب اسکول ٹیچر ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر کوئی عورت اس مشن کے لئے نکل پڑے تو اس کو مشنری بن کر کام کرنا ہوگا ورنہ وہ نسل انسانی کی تربیت سے محروم ہو جائے گی۔ معاشی ترقی میں عورت کا کردار انتہائی اہم، ناگزیر اور فعال ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تجارت کرتی تھی۔ اسلام نے خواتین پر کوئی پابندی نہیں لگائی کہ وہ اپنا ذاتی بزنس نہ کرسکتی ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بذات خود اپنی کاروباری مصروفیات میں گلی کوچوں، گاؤں و شہر میں نہیں نکلتی تھیں، بلکہ انھوں نے اس مقصد کے لیے نبوت سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات حاصل کی تھیں۔[11] سیرت کی کتب کے مطالعے سے ان کی تجارتی سرگرمیوں میں اخلاقی قواعد و ضوابط نظر آتے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود اپنے دست بازو سے کام کرتیں۔ وہ فن دباعت جانتی تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی، اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔[12] دوسری بات یہ ہے کہ جس معاشرے میں دین اسلام بحیثیت نظریہ حیات، غالب عنصر کے طور پر موجود ہو تو خواتین کا معاشی ترقی میں حصہ لینا اور ساتھ دینا، اخلاقی ضابطوں میں ممکن بھی ہے اور ضروری بھی اور اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

سیاست اور عورت

صحابیات نے بے شمار سیاسی خدمتیں انجام دیں۔ حضرت شفابنت عبداللہ رضی اللہ عنہا اس قدر صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمر ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور ان کو سراہا کرتے تھے زمانہ خلافت میں عورتوں کے سیاسی اختیارات اس قدر وسیع ہو گئے تھے کہ وہ دشمنوں کو پناہ دے سکتی تھیں۔ فتح مکہ کے زمانے میں ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی کی ہمشیرہ تھی ایک مشرک کو پناہ دی تو آنحضرت نے فرمایا؛ من امن امنت[13] تم نے جس کو امان دی ہم نے دی۔

مذہب اور عورت

مذہبی کارناموں میں سب سے اہم اور بڑا کارنامہ جہاد ہے اور صحابیات نے جس جوش و خروش، خلوص، عزم اور استقلال سے اس خدمت کو ادا کیا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ غزوہ احد میں جب کافروں نے عام حملہ کر دیا اور حضورؐ کے ساتھ چند جانثار رہ گئے تھے حضرت اُم عمارہ حضورؐ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتے تو وہ تیر اور تلوار روکتیں تھیں۔[14] اسی طرح غزوہ خندق میں حضرت صفیہ نے بہادری کے ساتھ ایک یہودی کو قتل کیا اور کس طرح ان کے ارادوں کو ناکام بنایا اس کی نظیر نہیں ملتی۔[15] یہ خواتین ہی تھیں جنہوں نے بہادری کے ساتھ دشمنوں کے دانت کھٹے کرنے میں مسلمان مردوں کا ساتھ دیا۔ حضرت جویریہ نے بڑی دلیری سے جنگ یرموک میں جنگ کی۔[16] میدان جنگ میں صحابیات اور خدمات بھی انجام دیتی تھیں۔ مثلاً؛ پانی پلانا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، زخمیوں اور مقتولوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے جانا، تیر اٹھا کر دینا وغیرہ۔ اگر اسلام کے ابتدائی دور میں صحابیات نے اتنے اہم کارنامے اور بہادری کی مثالیں رقم کی ہیں تو موجودہ دور میں بھی عورتیں بہادری کے ساتھ مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ ایسی خدمات انجام دینے سے نہیں پیچھے ہٹتی ۔ غیر مسلم قوموں کی تعلیم یافتہ عورتوں نے کوئی عمدہ نمونہ قائم نہیں کیا لیکن اسلام کی قدیم تاریخ ہمارے سامنے مسلمان عورت کا بہترین اور عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ زمانہ جیسے جیسے ترقی کی منازل طے کرتا جا رہا ہے یورپین کلچر سے ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی بے زاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مسلمان عورتوں کے سامنے امہات المومنین کی زندگی کا نمونہ رکھا جائے، تو انکی فطری لچک ان سے اور بھی زیادہ متاثر ہو گی اور موجودہ دور کے موثرات سے بیزار ہو کر خالص اسلامی معاشرت، اسلامی اخلاق اور تمدن کا نمونہ بن جائیں گی۔ اسلام کے ہر دور میں اگرچہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا ہے۔ امہات المؤمنین ان تمام حیثیات کا عملی نمونہ ہیں اور ہماری عورتوں کے لئے انہی کے دینی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی کارنامے اسوۂ حسنہ بن سکتے ہیں۔ موجودہ دور کے تمام معاشرتی اور تمدنی خطرات سے محفوظ رہنے کا یہ واحد راستہ ہے۔

عورت کا کردار بحیثیت بیٹی

معاشرتی زندگی کی ابتداء ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ سلوک اور برتاؤ سے تشکیل پاتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اور ان سے حسن سلوک کرنا زندگی کی علامت ہے۔ مرد سارا دن گھر سے باہر رہتا ہے اور عورت کے ذمے گھر کی دیکھ بھال ہے، وہ زیادہ وقت گھر میں گزارتی ہے۔ ہمسایوں کے ساتھ، بیماروں کے ساتھ، خادموں کے ساتھ، تعزیت، عیادت، وغیرہ جیسے معاشرتی مسائل سے عہدہ برآ ہونا عورت کے ذمے میں آتا ہے۔ مثالی معاشرے کی تشکیل میں اس کا فرض ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے۔ ایک بیٹی ہونے کی حیثیت سے اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ماں کا ہاتھ بٹائے۔ اگر گھر میں کوئی بیمار ہو جائے تو اسکی دیکھ بھال کرے۔ اسی طرح اگر خاندان میں یا قریبی لوگوں میں سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو انکی دلجوئی کرنا ان کو پرسہ دینا بہت اہم اور ضروری ہے۔ "سیر الصحابیات" میں ایک جگہ درج ہے؛

"صحابیات تعزیت کو اپنا فرض خیال کرتی تھیں۔ ایک بار رسول ﷺ ایک صحابی کو دفن کر کے آرہے تھے، راہ میں دیکھا کہ حضرت فاطمہ جارہیں پوچھا گھر سے کیوں نکلیں؟ بولیں؛اس گھر میں تعزیت کے لئے گئی تھی۔"[17]

بیٹی کی حیثیت سے عورت جہاں باپ کی پگڑی کی محافظ ہے وہاں وہ ماں کی بھی رازدان ہوتی ہے۔ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل میں یہ بیٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ والدین کا سر کبھی جھکنے نہ دے۔ اگر ماں باپ میں سے کوئی پریشانی میں مبتلا ہو توان کی ڈھارس بندھائے۔ اسلامی اور مشرقی بیٹیاں ہمیشہ والدین کے لئے سہارا بنتی ہ۔یں آج کل کے مادیت پرست زمانے میں بیٹے کمانے کی غرض سے نہ صرف گھر سے بلکہ ملک سے بھی باہر چلے جاتے ہیں۔ پہلے جہاں بیٹے کو والدین کے لئے بڑھاپے کا سہارا سمجھا جاتا تھا وہاں اب بیٹیاں والدین کے بڑھاپے کا سہارا ہیں۔ کیونکہ بیٹا تو فکر معاش کے سلسلے میں گھر سے باہر ہے اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو بیٹی فوراوالدین کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ صحابیات والدین کی حمایت سے سخت موقعوں پر اغماض نہیں برتی تھیں ایک مرتبہ کفارنے حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں اجڑی ڈال دی حضرت فاطمہ دوڑ کر آئیں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سے نکال کر پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا۔[18] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنتی عورتوں کی سردار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ ہر مسلمان بیٹی اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلے گی تو والدین کی خدمت کر کے جنت کی مستحق ٹھہرائی جائے گی۔ ماں کے قدموں تلے اگر جنت رکھی گئی ہے تو ماں وہ واحد ہستی ہے جو نو ماہ بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ پھر جب وہ اس دنیا میں آتا ہے تو اپنے عیش و آرام کو ترک کر کے اس کی نشوونما اور بہترین تربیت کا اہتمام کرتی ہے۔ خود بھوکی رہ کر بچوں کو کھانا مہیا کرتی ہے یہاں تک کہ اگر خاوند فوت ہو جائے یا میاں بیوں میں علیحدگی ہو جائے تو بھی عورت بچوں کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی کیونکہ اس کو لگتا ہے دوسرے نکاح کی وجہ سے اس کی اولاد نظر انداز نہ ہو جائے اور وہ بچوں کا حق ادا نہ کر سکے۔ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کو جب نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے معذرت کی کہ یارسول اللہ آپ مجھے میری انکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے خوف ہے کہ اگر میں شوہر کا حق ادا کروں گی تو بچوں کی طرف سے بے پروائی کرنا پڑے گی اور اگر بچوں کی پرورش میں مصروف رہوں گی تو شوہر (یعنی اگر نکاح کرلوں گی) کا حق ادا نہ کر سکوں گی۔"[19]

عورت کا کردار بحیثیت بیوی

بیوی کی حیثیت سے عورت پر بہت سے فرائض واجب ہیں خاوند بیوی کے تعلقات پر اس کا بہت اثر پڑتا ہے۔ بیوی کے ذمے ہے کہ نہایت دیانت اور خلوص کے ساتھ شوہر کے گھر بار اور مال و اسباب کی حفاظت کرے۔ شوہر سے محبت اگر بیوی کے دل میں ہو گی تو گھر کا ماحول نہایت خوشگوار رہے گا۔ مرد عورتوں کی طرح جذباتی انداز میں محبت نہیں کر سکتا جب کہ عورت اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے باز نہیں آتی اور یہ گھر کے ماحول میں اور خاص کر خاوند کے دل میں گھر کرنے کے لئے بہت کاری گر ثابت ہوتا ہے۔ حضرت زینب کی جب شادی ہوئی توان کے خاوند کو جنگ میں قیدی بنالیا گیا حضرت زنیب نے اپنا قیمتی ہار فدیے کے طور پر بھیج کر ان کو رہا کروایا۔ "حضرت زینب کی شادی جب ابو العاس سے ہوئی تھی وہ حالت کفر میں تھے کہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے اسیر ان جنگ کو فدیہدے کر رہا کرناچاہا تو حضرت زینب نے اپنا ایک یادگار ہار جو حضرت خدیجہ نے ان کو رخصتی کے وقت دیا تھا ابو العاص کے فدیے میں بھیج دیا۔[20]

نتائج بحث

عورت کو قدرت نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازہ ہے۔ اگر وہ ان صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرے تو بڑے سے بڑے معرکے سر کر سکتی ہے۔ کئی روپ میں عورت ہمارے سامنے ہے اور ہر روپ میں وہ اپنا کردار نہ صرف بھرپور طریقے سے ادا کرنا جانتی ہے بلکہ اس کو بھرپور طریقے سے نبھاتی ہے۔ماں کے روپ میں وہ اپنی اولاد کے لئے جنت ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دے کر ان کو بہترین اور کامل انسان بناتی ہے۔بیٹی کے روپ میں رحمت ہے جو والدین کی خدمت کرتی اور ان کا سہارا بنتی ہے ۔بہن کے روپ میں سراپا محبت ہے۔ بیوی کے روپ میں عمر بھر خاوند کا ساتھ نبھاتی ہے۔ غرض عورت کا ہر روپ مثالی ہے.
علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے صالح معاشرے کی تعمیر ممکن کی، انہوں نے اپنی شاعری میں کئی مقامات پر عورت کے وجود کو کائنات کے لئے بہت اہم اور لازمی جزو قرار دیا۔ "وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں شرف سے بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درمکنوں مکالمات افلاطون نہ لکھ سکی لیکن اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں۔"[21]

Reference

[1]Al-Tīn, 94:1

[2] Muḥammad Ibn Ismāʾīl al-Bukhārī, *Al-Jāmyʾ Al-Ṣaḥīḥ* (Miṣar: Dār al Ṭauq al Nijāḥa, 1437 AH), Ḥadith # 5843.

[3]al-Bukhari, *Al-Jāmy Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth # 6202

[4]al-Bukhari, *Al-Jāmy Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth # 893

[5] Muslim bin Ḥajāj Nishāpūrī, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beīrūt: Dār-al-Fikar, n.d), Ḥadīth # 2446

[6] Imām Ahmad Ibn Hanbal,, *Musnad* (Miṣar: Dār al Ṭauq al Nijāḥa, 1437 AH), Ḥadīth # 2903

[7]Muḥammad Ibn Saʿd, *Al-Ṭabqāt-al-kubra* (Madīna Munwaraḥa: Maktabaḥ-al-ʿUlūm, 1408 AH), 2: 26.

[8] Ibn Saʿd *Al-Ṭabqāt-al-kubra*, 2:126.

[9] Ibn Saʿd, *Al-Tabaqat-ul-kubra*, 2:126.

[10] Muḥammad Bin ʿīsā Al-Tirmadhī, Sunan Al-Tirmadhī (Riyāḍ: Dār-al-Salām, n.d), Ḥadīth #3883

[11] Ṣafī al Raḥmān Mubarakpūrī, *Al-Raḥīq al-Mukhtūm* (Lāhore: Maktabaḥ Salfīyyaḥ, 2000), 89.

[12] Ibn Al-Athīr, *Athad-al-Ghābah*, 5:465.

[13] Abū Dāʾūd Sulaīmān Ibn Al-Ashʿath, *Sunan Abū Daʾūd (Beīrūt:Al-Maktaba Al-Aṣriyya,n.d.),*Hadith # 2763

[14], Ibn Ḥajar al-ʿAsqalani, *Al-Ithābah fī Tamīs Al-Ṣahābah* (Beīrūt: Dār-al-Kutub Al-ʿIlmīyyaḥ, 1995), 8:442.

[15] Abd al Malik Ibn Ḥashām, *Al-Sīrah-al-Nabwīa-Lī-Ibn-e-Ḥashām* (Miṣar: Shirkāt-Maktabaḥ, 1437 AH), 2: 97

[16] al-ʿAsqalani, *Al-Ithābah*,4:13

[17] Saʿīd Anṣārī,, *Sīr Ṣahābiyyāt ma'a uswa-e-Sahābiyāt* (Lāhore: Maktab-e-Islamīyah, 2005), 219.

[18] Anṣārī, *Sīr Ṣahābiyyāt*, 225

[19] ʿAsqalani, *Al-Ithābah, 4:503*

[20] *Abū Dāʾūd ,Sunan Abū Daʾūd*, Hadith # 2692

[21] Muḥammad Iqbāl, *Kulyāt-e-Iqbāl* (Delhī, Educational Publishing house,n.d), 92.